

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ

اور

تصوّف

تصنیف

ڈاکٹر سید علیم اشرف جاسی مدظلہ

حواشی

علامہ ابو حماد محمد مختار اشرفی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادور، کراچی، فون: 2439799

نام کتاب : شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ اور تصوّف

تصنیف : ڈاکٹر سید علیم اشرف جاسی

حواشی : علامہ ابو حماد محمد مختار اشرفی

سن اشاعت : شوال المکرم ۱۴۲۸ھ - اکتوبر ۲۰۰۷ء

تعداد اشاعت : ۲۲۰۰

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادور، کراچی، فون: 2439799

خوشخبری یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

www.ahlesunnat.net

پر موبہ جو ہے۔

پیش لفظ

کتاب وسنت کے ظاہری و باطنی معنی و مفاہیم کے تقاضوں پر صدق دل اور پورے خلوص کے ساتھ عمل پیرا ہونے کا نام تصوف ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور اکرم ﷺ سے اس کو حاصل کیا اور صحابہ کرام سے تابعین و تبع تابعین و دیگر اولیاء کرام رحمہم اللہ نے حاصل فرما کر اس کی آبیاری میں اپنی تمام تر کوششیں صرف کر دیں۔ جنید بغدادی، امام جعفر صادق، ابو بکر شبلی، شیخ اکبر مکی الدین، غوث اعظم، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ نقشبند، خواجہ مکی الدین چشتی، شیخ سرہندی اور شاہ ولی اللہ قدس سرہم سمیت تمام اولیاء کرام اپنے اپنے مبارک دور میں قافلہ صوفیاء کے سالاروں میں شامل رہے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں تصوف کو فروغ دینے والوں میں امام الہند شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ ایک ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ولی کامل حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ۱۲ شوال ۱۱۱۲ھ بروز منگل، دہلی میں پیدا ہوئے اور اسی شہر میں محرم الحرام ۱۱۷۶ھ میں وصال فرما گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ علوم ظاہری و باطنی سے مالا مال تھے، مختلف علوم و فنون کی تحصیل میں کمال حاصل کرنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ درس و تدریس، وعظ و ارشاد اور تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہوئے اور ان میں سے ہر میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ ترجمہ و تفسیر، حدیث و فقہ کے ساتھ ساتھ آپ نے تصوف میں بھی شاندار علمی خدمات سرانجام دی ہیں۔ چنانچہ تصوف میں آپ کی تصانیف میں سے الطاف القدس، القول الجمیل، الامتاز، فیوض الحرمین، انفاس العارفین اور شفاء القلوب خاص طور پر مشہور و معروف ہیں۔

ان کتب میں شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ نے جہاں تصوف کے حقائق و معارف اور اس کے لطائف و دقائق کو بیان فرمایا، وہیں پر اس میں ذرا آنے والے غیر اسلامی افکار و نظریات اور جاہل صوفیاء کے غیر سنجیدہ اقوال و اعمال کا بھی تنقیدی محاسبہ کیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ تصوف کے حوالے سے آپ کی محققانہ تحقیقات عالیہ کو تصوف کی خدمت ہی کے حوالے سے دیکھا جاتا، لیکن یا ر لوگوں نے ان تحقیقات کو شاہ صاحب کے تصوف مخالف نظریات کے طور پر پیش کیا، بلکہ اپنے باطل عقائد و نظریات کی تائید کے لئے آپ کی کتب تصوف میں جا بجا لفظی و معنوی تحریفات کی گھڑیا

اور غیر سنجیدہ حرکت کا ارتکاب کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ ایسے میں اہل سنت کے علمی حلقوں پر یہ ذمہ داری لازم ہو گئی تھی کہ وہ اس بارے میں لوگوں کو حقیقت سے آگاہ کریں۔ چنانچہ ڈاکٹر سید علیم اشرف جانشی مدظلہ العالی نے بروقت اس سلسلے میں مجلہ تحقیقات اسلامی، علیگزہ، انڈیا میں ”شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدہ تصوف اور اس کی حدیں“ کے نام سے ایک علمی و تحقیقی مضمون سپرد قلم فرمایا، جسے جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان اپنے مفت سلسلہ اشاعت نمبر 162 کے تحت شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہی ہے۔

ڈاکٹر سید علیم اشرف جانشی مدظلہ ہندوستان کے ایک علمی و تحقیقی اور صوفیانہ خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں، دینی و دنیاوی دونوں قسم کے علوم سے مالا مال ہیں۔ کئی ایک کتب و رسائل کے مصنف ہیں، نیز آپ کے بیسیوں علمی و تحقیقی مضامین و مقالات، پاک و ہند کے معروف جرائد و رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

تصوف سے آپ کو خاص لگاؤ ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحاریر کا غالب حصہ تصوف کے حقائق و معارف کے بیان پر مشتمل ہے، زیر نظر تحریر بھی آپ کی تصوف ہی کی علمی خدمات سے ایک ہے، جس میں آپ نے تصوف مخالف حلقوں کی جانب سے شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کی تحقیقات و تنقیدات کو اپنے نظریے کی تائید میں پیش کرنے کا علمی و تحقیقی محاسبہ فرمایا ہے۔

رکن مجلس شوریٰ جمعیت اشاعت اہلسنت اور اس کے تحت چلنے والے مدرسہ درس نظامی کے ممتاز مدرس علامہ ابو حامد محمد مختار اشرفی مدظلہ نے اس تحریر میں مشکل الفاظ اور پیچیدہ اصطلاحات کی وضاحت و تسہیل کی خدمت سرانجام دی ہے، موصوف اس سے قبل بھی کئی ایک کتب و رسائل کے حواشی و تسہیل کی ذمہ داری باحسن و خوبی نبھ چکے ہیں۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

اللہ عز وجل مصنف و محشی کو مزید خدمات دینی کی توفیق عطا فرمائے اور اس تحریر کو تصوف مخالف طبقات کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

آمین بجاء النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

محمد عمران معراج نافع القادری

فاضل جامعہ نھرۃ العلوم، گارڈن ویسٹ، کراچی

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور تصوف

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (۱۱۱۴-۱۱۷۶ھ/۱۷۰۳-۱۷۷۳ء) ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوئے جہاں ہر طرف تصوف کا غلبہ تھا، شیخ طریقت والد اور صاحب ذوق و معرفت چچا کے زیر سایہ پرورش پائی، ان کے اساتذہ اور مشائخ نے بھی ان کے اس رجحان کو قوت عطا کی اور رجلا بخشی۔ خود مبداء فیاض نے تصوف و روحانیت کو ان کی طبیعت میں خوب رچا بسا دیا تھا، شاہ صاحب قولاً، فعلاً، نظراً و عملاً صوفی تھے اور ابتداء سے انتہاء تک صوفی رہے، ان کی فکری زندگی کو سفرِ حرمین سے قبل و بعد کے ادوار میں تقسیم کرنا لغو و عبث ہے، وہ ساری زندگی صوفیاء کے مشرب کے امین و نقیب تھے رہے۔ نفسِ تصوف کی تردید کی جاسکتی ہے، شاہ صاحب کے فضل و کمال اور علمی مقام و مرتبے سے بھی انکار کیا جاسکتا ہے لیکن اس امر کا انکار مشکل ہے کہ شاہ صاحب خالصتاً صوفی تھے۔ کیونکہ اول الذکر ایک فکری مسئلہ اور دعویٰ ہے جو فی حد ذاتہ رد و قبول کا امکان رکھتا ہے، جب کہ دوسری بات ایک تاریخی حقیقت ہے۔ شاہ صاحب وحدۃ الوجود، فنا و بقا، توجہ الی الشیخ (حیا و میثاق)، کشف و کرامات، احوال و مقامات، الہام و مشاہدات، توسل و استمداد، استعانتِ اولیاء وغیرہ کے قائل تھے اور میلاد و فاتحہ، عرس و نیاز، سماع، مجالس ربیع الاول و محرم، ذکر شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ، ختم خواجگان، زیارتِ قبور اور دعا تعویذ وغیرہ پر عامل تھے اور زندگی بھر ان پر دعوتِ عمل دیتے رہے۔ دلائل

۱۔ دھوم ۲۔ فیوض کا سرچشمہ (مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے)

۳۔ بے کار ۴۔ خبر دینے والا۔ مدح خواں

۵۔ ذریعہ وسیلہ ڈھونڈنا۔ مدد چاہنا

الخیرات، قصیدہ بردہ، جواہر خمسہ اور دعائے سینفی وغیرہ کی سند رکھتے تھے، اور اپنے مریدین و مومنین میں تقسیم کرتے تھے۔

انتاہی نہیں، بلکہ شاہ صاحب کے یہاں افکار و اشغال کی صورت میں بعض ایسے مخصوص فائدہ عناصر ملتے ہیں جن سے خود پیش تر حامیانِ تصوف بھی برأت کرتے نظر آتے ہیں، جیسے طوافِ قبور اور ستاروں کی تاثیرات جیسے اقوال، یا پھر سجدہ تعظیمی اور مرزا میر کی حلت جیسے مسائل، جو اشارہ و کنایہ میں ان کی کتابوں اور تحریروں میں دستیاب ہیں، یہاں دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ اہل تصوف و خانقاہ سے قطع نظر مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالم بھی طوافِ قبور، سجدہ تعظیمی اور مرزا میر کو ہدایت کے ساتھ حرام اور اسلامی تعلیمات کے دائرہ سے خارج سمجھتے تھے۔

شاہ صاحب جیسے صوفی بلکہ فنّانی الصوف سے تصوف و صوفیاء پر تنقید کے باب میں کچھ زیادہ توقع نہیں کی جاسکتی، اور ان کے یہاں جو کچھ تنقید ملتی ہے وہ بالکل ویسی ہے جیسی فقہاء کرام، اصحابِ حیل، پر اور محدثین و ضاعین^۱ اور راویانِ ضعاف پر کرتے ہیں۔ (۱)

شاہ صاحب کے یہاں تصوف و صوفیاء پر تنقیدی عناصر کی کمی کی ایک وجہ ان کا تطبیقی و توفیقی مزاج و مشرب بھی ہے جو ان کی فکر کا جزء لاینفک^۲ ہے، وہ حتی الامکان مسائل میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، بلکہ انہوں نے متعدد مقام پر اسے اپنا ایک خصوصی وصف قرار دیا ہے۔

اس موضوع کے سلسلے میں ایک اور دشواری شاہ صاحب کے نام سے جعلی کتابوں کی اشاعت اور ان کی اپنی کتابوں میں تحریف و الحاق^۳ کی شہرت ہے، مثلاً ”ابلاغ

۱۔ درو شریف کی مقبول کتاب کا نام، جسے علامہ جزولی نے مرتب کیا۔

۲۔ حیل کی جمع ۳۔ حدیث گھڑنے والے

۴۔ ضروری و لازمی ۵۔ بعد میں شامل کئے جانے

المبین“ نامی کتاب میں اس موضوع کے سلسلے میں خاصا مواد ہے، لیکن اس کا الحاقی ہونا ایک ثابت شدہ امر ہے، یہ کتاب نہ صرف اپنے موضوعات، طرزِ تحریر اور زبان و بیان کے اعتبار سے شاہ صاحب کی تصنیفات سے مختلف ہے بلکہ خارجی شہادتیں بھی اسے الحاقی ثابت کرتی ہیں، چنانچہ شاہ رفیع الدین کے نواسے اور شاہ صاحب کی کتابوں کے ناشر سید ظہیر الدین احمد نے انفاس العارفین کے آخر میں شاہ صاحب اور دوسرے اکابرین خانوادہ ولی اللہی کے نام سے منسوب جعلی والحاقی کتابوں کی جو فہرست دی ہے، اس میں بھی البلاغ المبین کا نام درج ہے، تصوف و اعمال صوفیاء سے متعلق خود تہیمات الہیہ وغیرہ معروف کتابوں میں بعض ایسی تنقیدات ملتی ہیں جو شاہ صاحب کے عمومی فکر اور ان کے اپنے معمولات سے متصادم^{۱۱} ہیں۔

اس سلسلے میں میرا اپنا تجربہ بھی ہے، میں اس مضمون کی تیاری کے سلسلے میں تہیمات شائع شدہ از ڈھابیل کا مطالعہ کر رہا تھا کہ ایک ایسی عبارت میں مجھے توقف ہوا جس میں جہال صوفیاء کے ساتھ ساتھ مجاہدون للتصوف^{۱۲} کو بھی قطاع الطريق^{۱۳} اور لصوص الدین^{۱۴} قرار دیا گیا، یہ بات صرف فکر ولی اللہی سے ہی نہیں بلکہ سیاق عبارت سے بھی ہم آہنگ نہ تھی، بعض گرامی قدر بزرگوں اور دوستوں نے عبارت کو قابل قبول معنی دینے کی کوشش کی مگر مجھے اطمینان نہیں ہوا، کیونکہ معنی کو صحیح فرض کر لینے کے باوجود عبارت کے سیاق و سباق میں اس مفہوم کی مانا نویسیت میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی، جب قاسمی صاحب کے نسخے اور دوسرے مطبوعہ نسخوں میں بھی یہی عبارت ملی تو میں نے مخطوطات کی جانب رجوع کیا، مجھے اپنے ذاتی مخطوطے کے علاوہ مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں موجود ایک مخطوطے میں بھی ”مجاہدون للتصوف“^{۱۵} کے

۱۱۔ باہم ٹکرانا ۱۲۔ علم معرفت میں کوشش و یافت کرنے والے

۱۳۔ ڈاکو ۱۴۔ دین کے لٹیرے

۱۵۔ تصوف میں کوشش کرنے والے

بجائے ”جاحدون للتصوف“^{۱۶} ملا، یعنی منکرین و معاندین تصوف کو شاہ صاحب نے جاہل صوفیاء کے زمرے میں رکھا ہے، اور دونوں کو قطاع الطريق اور لصوص دین کا قرار دیا ہے۔

شاہ صاحب کی تصوف پر تنقید کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں: پہلی قسم میں وہ تنقیدات شامل ہیں جن میں تصوف کے مسائل و افکار وغیرہ پر جرح کی ہے اور دوسری قسم ان تنقیدات پر مشتمل ہے جن کا نشانہ ان کے معاصر^{۱۷} ”جہال صوفیہ“ ہیں۔

پہلی قسم کی تنقیدوں میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات، رسول اکرم ﷺ تک عرقہ پوشی کی روایت کی اسناد اور مناضلہ وغیرہ کی بحثیں شامل ہیں۔

شاہ صاحب محدثین کے طریقے پر متوفر روایات کی روشنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کو ثابت نہیں مانتے، لیکن فوراً ہی ان کا توفیقی مشرب^{۱۸} سنا منے آتا ہے اور وہ فرماتے ہیں: ”لیکن تمام صوفیاء کا اس ملاقات پر اجماع ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔“

عرقہ پوشی کی روایت کے سلسلے میں شاہ صاحب لکھتے ہیں:

”شیخ مجد الدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”تحفۃ البررۃ“ میں بیان کیا ہے کہ عرقہ پوشی کی نسبت آں حضور ﷺ تک حدیث مستفیض کے ذریعہ ثابت ہے..... میں عرض کرتا ہوں کہ محققین محدثین نے آنحضرت ﷺ تک اس اتصال کا انکار کیا ہے، اس کے باوجود وہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے طبقے کے

۱۶۔ تصوف کا انکار کرنے والے ۱۷۔ دین کے رہزن و چور

۱۸۔ ہم زمانہ ۱۹۔ کثیر

۲۰۔ موافقت کرنے والا طریقہ

مشائخ تک ہمیشہ حرقہ کی نسبت قائم کرتے ہیں۔“ (۲)

بعض متاخر صوفیاء کے یہاں ایسے اقوال ملتے ہیں جن سے لگتا ہے کہ یہ حضرات ”انسان کامل“ کو ”مملکِ مقرب“ پر فضیلت دیتے ہیں، شاہ صاحب نے اس فکر کی تردید کی ہے، فرماتے ہیں:

وَقَعَ عِنْدَ كَثِيرٍ مِّنْ أَهْلِ اللَّهِ أَنَّ الْبَشَرَ الْكَامِلِينَ مِنْهُمْ
مُفَضَّلُونَ عَلَى الْمُقَرَّبِينَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَ لَيْسَ هَذَا
بِصَوَابٍ (۳)

بہت سے اہل اللہ کے نزدیک کامل انسان مقرب فرشتوں سے افضل ہیں، لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔

اسی طرح شاہ صاحب نے ”الولاية افضل من النبوة“ (ولایت نبوت سے افضل ہے) کے عقیدے کا بھی رد کیا ہے۔ (۴) اور اس ضمن میں بعض صوفیاء کے یہاں رائج اس معروف تاویل کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے، جس کے مطابق یہاں ولایت سے مراد نبی کی ولایت ہے۔

اگرچہ محققین و اکابرین صوفیاء کے یہاں قرآن و سنت کی اتباع ہی اول و آخر معیار ہے، حتیٰ کہ جمہور صوفیاء نے اصحابِ شطحات^{۱۱} کی بھی رعایت نہیں کی اور واضح طور پر یہ اعلان کر دیا کہ ”لَيْسَتْ كَلِمَةٌ فَرِدَ حُجَّةٌ عَلَى جَمَاعَةٍ شِعَارُهَا التَّمَسُّكُ بِالْكِتَابِ وَ السُّنَّةِ“ (۵) (کسی ایسی جماعت کے ایک فرد کا قول اس کے خلاف دلیل نہیں بن سکتا جن کا یہ شعار ہو کہ ہر حال میں کتاب و سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہا جائے) لیکن بعض متاخر صوفیاء کے یہاں ”بہ مے سجادہ رنگین کن اگر پیر مغاں کوید“ کو رواج مل گیا اور یہ فقرہ مشہور ہو گیا کہ ”مَنْ قَالَ لِشَيْخِهِ: لِمَا، لَنْ يَفْلَحَ أَبَدًا“ (جس نے اپنے شیخ سے یہ کہا کہ: ایسا کیوں ہے؟ وہ ہرگز کامیاب نہیں ہوگا) شاہ صاحب نے

۲۱ کسی مجذوب شخص کا حالت جذب میں کوئی خلاف شریعت کلمہ کہنا۔

متاخرین کی اس فکر کی پر زور با تمثیل تردید فرمائی ہے:

إِذَا أَمَرَ عَارِفٌ رَجُلًا مُرِيدًا أَنْ يَشْتَرِيَ الْخَمْرَ وَ غَيْرَ ذَلِكَ مِمَّا لَمْ يَبْحَثْهُ الشَّارِعُ كَمَا وَقَعَ لِشَمْسِ الدِّينِ التَّبْرِيزِيِّ مَعَ مَوْلَانَا الرَّومِيِّ فَيَنْبَغِي لِلْمَأْمُورِ أَنْ لَا يَفْعَلَهُ وَ لِيَعْتَدِلَ عُدْلًا بَيْنَنَا، وَلَا يَشْتُمَهُ، وَلَا يَسُبَّهُ فَلَعَلَّ تَحْتَ ذَلِكَ طَائِلٌ خِلَافًا لِأَكْثَرِ الصُّوفِيَاءِ (۶)

اگر کوئی عارف (باللہ) اپنے کسی مرید سے کہے کہ وہ شراب یا کوئی اور ناجائز چیز خرید لائے، جیسا کہ مولانا جلال الدین رومی کے ساتھ شمس تبریزی کی جانب سے پیش آیا تھا تو مرید کو چاہئے کہ اس کے حکم کی تعمیل نہ کرے اور واضح طور پر معذرت کر لے اور شیخ کو برا بھلا نہ کہے، کیونکہ ممکن ہے اس کے پیچھے کوئی حکمت پوشیدہ ہو، اکثر صوفیاء کا اس میں اختلاف ہے۔

حلول و اتحاد کا عقیدہ^{۱۲} خالصتاً غیر اسلامی عقیدہ ہے، اور ہر دور کے صوفیاء نے اس پر نکیر کی ہے (۷)، شاہ صاحب بھی ان اکابرین کی ہم نوائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ثُمَّ نَبَتْ فِرْقَةٌ خَبِيثَةٌ وَ هِيَ الْفِرْقَةُ الَّتِي تَزْعُمُ ”أَنَّ اللَّهَ عَيْنُ الْعَالَمِ وَ الْعَالَمُ عَيْنُ اللَّهِ وَ لَيْسَ هُنَاكَ حِسَابٌ وَ لَا عَذَابٌ“ (۸)

پھر ایسا فرقہ خبیثہ ظاہر ہوا جو یہ گمان کرتا ہے کہ ”اللہ عالم کا عین اور عالم اللہ کا عین ہے اور سرے سے کوئی حساب و کتاب نہیں ہے۔“
وَ هَؤُلَاءِ الْمُتَصَوِّفَةُ الْقَائِلُونَ بِأَنَّ الْعَالَمَ عَيْنُ اللَّهِ وَ اللَّهُ عَيْنُ الْعَالَمِ وَ نَادِفَةُ وَ حَزَرُهُمْ عَلَى الْعَامَةِ شَدِيدٌ وَ كَبِيرٌ (۹)

۲۲ ایک باطل عقیدہ جس کی رو سے خالق کا مخلوق میں اس طرح سما جانا کہ دونوں میں فرق نہ رہے۔

اور یہ مضمون فین جو اس بات کے قائل ہیں کہ: اللہ عین عالم اور عالم عین اللہ ہے، زنادقہ ہیں، عوام الناس کے لئے یہ بے حد نقصان دہ ہیں۔

شاہ صاحب نے حد سے تجاوز کرنے والے متکلف^{۲۳} قسم کے زاہدوں پر اپنی کتابوں میں سخت تنقید کی ہیں اور انہیں خاص نشا نہ بنایا ہے، الطاف القدس میں فرماتے ہیں:

”صحابہ اور تابعین کے مبارک دور کے بعد کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے جنہوں نے تعق^{۲۴} اور تہذیب کا راستہ اختیار کیا اور کسر نفسی کے بارے میں ایک بھٹک ان کے کانوں میں پڑ گئی تو انہوں نے تشخیص اور مقدار کا لحاظ کئے بغیر ہر بیماری کے لئے ہر دوا تجویز کر دی اور کہنے لگے کہ اس راہ میں رسم و عادت اور رسوم رواج کے علاوہ کوئی چیز مانع نہیں ہے، لہذا کوشش کر کے نفس سبعی^{۲۵} و شہوی^{۲۶} کو مغلوب کرنا چاہئے، ان لوگوں نے نفسانی خواہشات، لذیذ طعام اور عمدہ لباس ترک کر دیئے، ان کی طبیعت ان بیمار لوگوں کی سی ہو جاتی ہے جو مسلسل بیماری کی وجہ سے نفس کے تمام تقاضوں کو فراموش کر چکے ہوتے ہیں، یا پھر ان کی طبیعت ان خوش مزاج زاہدوں جیسی ہو جاتی ہے جو متمدن لوگوں کی تہذیب سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں۔“ (۱۰)

متاخرین صوفیاء کے یہاں یا ان میں سے بعض کے یہاں ظاہر و باطن کی جامعیت کا فقدان ملتا ہے، شاہ صاحب نے اسے بھی ہدف ملامت بنایا ہے، کیونکہ تہذیب میں ظاہر و باطن دونوں کی تطہیر و تعمیر پر زور دیا گیا ہے، اور یہی جامعیت قرآن کا مطلوب ہے، اللہ رب العزت فرماتا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (الانعام: ۱۵۱)

^{۲۳} خود سے محکم زندگی گزارنے والے

^{۲۴} کسی مسئلے میں ضرورت سے زیادہ گہرائی میں جانا اور اس پر سختی کرنا

^{۲۵} جبر پھاڑ کرنے پر راغب ^{۲۶} شہوت سے متعلق نفس

^{۲۷} ترجمہ: اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں:

”ایک گروہ تو باطن کی درستگی پر اکتفا کرتا ہے اور ظاہر کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا، بلکہ اسے آسان اور معمولی سمجھتا ہے اور یہ متاخر صوفیاء کی غلطیوں میں سے ایک غلطی ہے۔“ (۱۱)

شاہ صاحب صوفیاء کرام کے اوراد و اشغال پر پوری زندگی عمل پیرا رہے اور اس ضمن میں آپ نے مستقل کتابیں تصنیف فرمائیں، لیکن بایں ہمہ^{۲۸} اگر وہ سلاسل صوفیاء میں موجود کسی عمل کی کتاب وسنت سے دلیل نہیں پاتے اور اس کے لئے کوئی تاویل ممکن بھی تلاش نہیں کر پاتے تو اس سے اپنی برأت کے اعلان سے کسی پس و پیش سے کام نہیں لیتے تھے، القول الجہیل میں فرماتے ہیں:

لِلْجَسْتِيَةِ صَلَوةٌ تُسَمَّى صَلَاةَ الْمَعْكُوسِ لَمْ نَجِدْ مِنَ
السُّنَّةِ وَلَا أَقْوَالِ الْفُقَهَاءِ مَا نَشُدُّهَا بِهِ فَلِذَلِكَ
حَذَفْنَاهَا (۱۲)

پشتیوں کے یہاں ایک نماز ہے جسے صلاۃ معکوس^{۲۹} کہتے ہیں، لیکن اس کی تائید میں مجھے سنت اور فقہاء کے اقوال میں کوئی چیز نہیں ملی، لہذا میں نے اسے حذف کر دیا۔

اسی طرح اس کتاب کی چوتھی فصل میں اشغال مشائخ قادریہ کا ذکر ہے جس میں ایک شغل آنے والے احوال و وقائع کے کشف کا ہے، اس میں قرآن کریم کو آگے پیچھے، دائیں اور بائیں ہر چہار سمت میں کھلا رکھنا پڑتا ہے، اس کا مکمل ذکر کرنے کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں:

قُلْتُ هَذَا مَا قَبْلُ، وَ فِي قَلْبِي مِنْهُ شَيْءٌ لَمَّا فِيهِ مِنْ إِسَاءَةٍ
الْأَدَبِ بِالصَّحْفِ (۱۳)

یہ میں پہلے کہہ چکا ہوں میرا دل اسے کوارا نہیں کرتا، کیونکہ اس میں قرآن شریف کی ایک طرح کی بے ادبی ہے۔

شاہ صاحب نے بعض نقشبندی صوفیاء کے اس ”گمان“ کا بھی رد کیا ہے کہ اس سلسلے میں اوراد و وظائف نہیں ہیں، اور اس کے لئے عقلی و نقلی دلائل پیش کئے ہیں۔ ”ہمعات“ میں فرماتے ہیں کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ مشہور روایات میں صبح و شام اور سوتے وقت کے اذکار و اذہمہ کے مذکور ہونے کے باوجود خواجہ نقشبند ان کا کلیتاً انکار کر دیں، نقلی دلائل میں مولانا یعقوب چرنی کے ”رسالہ اُنسیہ“ کا حوالہ دیا ہے اور خواجہ نقشبند کے اس قول کو بھی پیش کیا ہے کہ: ”ہمارے طریقے کی بنیاد احادیث و آثار کے اتباع پر ہے“۔ (۱۴)

اسی میں شاہ صاحب نے طریقہ نقشبندیہ کے بعض بزرگوں کے ذکر جہری سے انکار کو ہٹ دھرمی بتایا ہے۔ (۱۵)

شاہ صاحب خود صوفی ہونے کے باوجود صوفیاء کی دُور از کار^{۳۲} تاویلات کو ناپسند کرتے تھے، بعض مقامات پر تو ان پر بڑے دلچسپ پیرائے میں طنز کیا ہے، سلوک و جذب کے درمیان فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”شریعت میں راہ سلوک کی تو وضاحت کی گئی ہے لیکن راہ جذب کو بیان نہیں کیا گیا ہے جس طرح شریعت میں اسم اعظم اور لیلۃ القدر کی تشریح نہیں کی گئی ہے، لیکن اس کے باوجود جو لوگ شارع علیہ السلام کے اقوال کو ”راہ جذب“ پر محمول کرتے ہیں تو اُن کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی علم نحو کی مشہور کتاب ”کافیہ ابن حاجب“ سے تصوف کے قوانین اخذ کرے“۔ (۱۶)

شاہ صاحب نے جہاں کوئی بات خلاف شرع دیکھی یا مسلمانوں کے حق میں اسے مضر سمجھا تو بلا توقف اس کا تعاقب و محاسبہ فرمایا:

شخصے پیش من گفت کہ بعض مشائخ متاخرین در حق مریدین خود
بشارت می دهند کہ از مریدہ جنید قدم پیش نہادہ است یا بد لایت
فلاں پیغمبر رسیدہ

۳۵ پیچیدہ ۳۱ بلا ہجک

ایک شخص نے میری موجودگی میں کہا کہ: بعض مشائخ متاخرین نے اپنے کسی مرید کے بارے میں یہ بشارت دی کہ وہ حضرت جنید بغدادی سے بھی آگے بڑھ گیا ہے یا فلاں پیغمبر کی ولایت کے مقاصد تک پہنچ گیا ہے۔۔۔۔۔

شاہ صاحب اس پر نقد فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ”ایں حرف تصنع است“ یہ سب بناوٹی باتیں ہیں۔ (۱۷)

شاہ صاحب کی تنقیدات کی دوسری قسم کا تعلق اصل تصوف سے نہیں ہے، بلکہ ان کے معاصر صوفیاء سے ہیں، جنہیں وہ جہال، متعسفین، کرامت فروشاں^{۳۳} وغیرہ القاب سے یاد کرتے ہیں، درحقیقت یہ لوگ تصوف کی بجائے اُس زوال پذیر مسلم معاشرے کی نمائندگی کر رہے ہیں جو طوائف الملوکی^{۳۴} کے لٹن سے پیدا ہوا تھا، اس معاشرے میں صرف صوفیاء ہی زوال پذیر نہیں تھے، بلکہ زندگی کا ہر شعبہ علوم و فنون کے تمام اصناف اور مسلمانوں کے سارے طبقات، فساد میں گرفتار اور رجعت قہقری^{۳۵} کا شکار تھے، چنانچہ جہاں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جہال صوفیاء کی گرفت کی ہے وہاں علم سے عاری^{۳۶} عبادت گزاروں، متعسفین فقہاء، حرفیت پسند محدثین اور غالی^{۳۷} قسم کے اصحاب معقولات و علم کلام کو بھی ہدف تنقید بنایا ہے، فرماتے ہیں:

و لا یصحب جُہال الصوفیة و لا جُہال المتعبدین، و لا
المتعسفۃ من الفقہاء و لا الظاہریۃ من المحدثین، و
لا الغلاة من اصحاب المعقول و الکلام، بل یكون
عالمًا صوفیًا زاهدًا فی الدنیا دائم التوجہ إلی اللہ
منصبًا بالأحوال العلیۃ راغبًا فی السنۃ متبعًا لحديث

۳۲ مراد ہے شہدہ بازی کر کے رو پیہ کمانے والے ۳۳ بد نظمی و بے عملی کے دور کے

۳۴ لٹے پاؤں واپس لوٹنا ۳۵ خالی ۳۶ حد سے بڑھنے والے

رسول اللہ ﷺ و آثار اصحابہ، طالباً لشرحہا و بیانہا من کلام الفقہاء المحققین (۱۸)

جاہل صوفیاء، جاہل عبادت گزاروں، متکشف فقہاء، ظاہر پرست محدثین اور عالی معقولیوں اور مُعَلِّمِیْن کی صحبت اختیار مت کرو، بلکہ ایک ایسے صوفی عالم بن کر رہو جو دنیا سے کنارہ کش ہو اور ہمیشہ اللہ عز و جل کی طرف متوجہ ہو، بلند احوال میں ڈوبا ہوا ہو، سُنّت میں رغبت رکھتا ہو، رسول اللہ ﷺ کی احادیث طیبہ اور صحابہ کرام کے آثار کا پیرو ہو، اور (ہوائے نفس کے بجائے) مُتَّقِیْنِ فقہاء کے فرمودات سے ان احادیث و آثار کی شرح و بیان کو اخذ کرنے والا ہو۔

ایک اور جگہ جس کی طرف ابتداء میں اشارہ کیا جا چکا ہے، شاہ صاحب جاہل صوفیا اور معاندین کے تصوف کی سرزنش کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان دونوں طبقوں سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہیں اور اعتدال و توازن کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

و نحن لا نزدی أحدًا من العلماء فالكل طالبو الحق،
و لا نعتقد العصمة في أحد غير النبي ﷺ، و الميزان
في معرفة الخير و الشر الكتاب علي تأويله الصريح،
و معروف السنة لا اجتهد العلماء و لا أقوال
الصوفية، و ليس منا من لم يتدبر كتاب الله و لم
يتفهم حديث نبيه ﷺ و ليس منا من ترك ملازمة
العلماء أعني الصوفية الذين لهم حظ من الكتاب
و السنة أو الراسخين في العلم الذين لهم حظ من
الصوفية أما الجاهل من الصوفياء و الجاحلون
في التصوف فأولئك قطاع الطريق و لصوص الدين

۳۷ تصوف کے دشمن

فبإياك و إياهم (۱۹)

ہم کسی عالم کی تحقیر نہیں کرتے، سب طالبانِ حق ہیں، البتہ ہم نبی کریم ﷺ کے سوا کسی کو معصوم نہیں سمجھتے ہیں اور خیر و شر سے آگہی کا معیار صرف واضح تاویل کی روشنی میں اللہ کی کتاب اور سُنّت مشہور ہے، نہ کہ علما کے اجتہاد اور صوفیاء کے اقوال۔ اور وہ ہم میں سے نہیں ہے جس نے کتاب اللہ میں غور و فکر نہیں کیا اور نبی کریم ﷺ کی حدیث میں فہم و بصیرت حاصل نہیں کی، وہ ہم میں سے نہیں جس نے ایسے علما یعنی صوفیا کی صحبت و رفاقت ترک کر دی ہو جنہیں کتاب و سُنّت میں معرفت حاصل ہو، وہ ہم میں سے نہیں جو ایسے علماء راسخین سے کنارہ کش ہو گیا جو تصوف آگاہ ہیں باقی رہے جاہل صوفیا اور منکرینِ تصوف، تو یہ دونوں ایمان کے لٹیرے اور دین چور ہیں ان سے بچ کے رہو۔

شاہ صاحب نے اپنی کتابوں میں جا بجا معاصر ۳۸ مفسرین ۳۹ یا ان کی اپنی تعبیر میں ”منتحان تصوف“ ۴۰ کی نشان دہی کی ہے اور ان کا ردِ بلیغ فرمایا ہے، تمہمات میں فرماتے ہیں:

و جمعہ از منتحان تصوف ہستند کہ لباس زماں پوشند و زیور در پائے و
گلو کنند و جمعہ دیگر ہستند کہ نظارہ امردان پیشہ گرفتہ اند و شرب
خمر و بنگ و خلا اختیار نمودند (۴۰)

اور تصوف کا رنگ ڈھنگ اختیار کرنے والا ایک گروہ وہ ہے جو
زمانہ لباس پہنتا ہے اور پاؤں و گلے میں زیور پہنتا ہے ایک
دوسرا گروہ ہے جو نو خیزوں ۴۱ کا نظارہ کرتا ہے، شراب، بھنگ

۳۸ ایک ہی زمانہ کے ۳۹ بناؤں صوفی ۴۰ تصوف کا رنگ ڈھنگ اختیار کرنے والے ۴۱ بے ریش خول صورت لوگوں

استعمال کرتا ہے اور بے شرمی میں مشغول رہتا ہے۔

اسی قبیل کے چھ مزید گروہوں کا ذکر کیا ہے اور ان کے بارے میں شریعت کا حکم صریح بیان کیا ہے، لکھتے ہیں:

إِنِّي أَقُولُ فِي نَفْسِي إِنَّ هَؤُلَاءِ الْمُتَصَوِّفَةَ الضَّالَّةَ فِي
زَمَانِنَا هَذَا أَشْهَدُ اللَّهَ بِاللَّهِ عَلَيْهِمْ أَنَّهُمْ فِرْقَةٌ نَابِتَةٌ فِي
الْإِسْلَامِ لَيْسَتْ مِنْ أَصْلِ الْإِسْلَامِ (۲۱)

میں اس زمانے کے ان گمراہ مصوفین پر خدا کو گواہ بنا کر اپنے آپ
سے کہتا ہوں کہ بخدا یہ اسلام میں پیدا ہونے والا ایسا گروہ ہے
جسے اصل اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

شاہ صاحب چونکہ تصوف کو کتاب و سنت کے تابع رکھنا اور اسے اس کے شفاف
چشموں کی طرف واپس لوٹنا چاہتے ہیں، لہذا وہ بے روح ”رہ و رسم خانقاہی“ کی مخالفت
کرتے ہیں، عقابوں کے نشیمن پر قابض و متصرف زاغوں^{۲۲} کو خصوصیت سے اپنی تنقید کا
ہدف بناتے ہیں، کبھی ان کے جمود و تعطل^{۲۳} پر ان کی گرفت کرتے ہیں، تو کبھی ان کی بے
عملی اور بے راہ روی پر ان کی سرزنش کرتے ہیں، کہیں انہجائی دل سوزی کے ساتھ انہیں
نہیحت کرتے ہیں تو کہیں انہیں حریت و شکلیت^{۲۴} کو ترک کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

چند اقتباسات ملاحظہ کریں:

أَقُولُ لِأَوْلَادِهِ الْمَشَايِخِ الْمُرْتَسِمِينَ بِرِسْمِ آبَائِهِمْ مِنْ
غَيْرِ اسْتِحْقَاقٍ، يَا أَيُّهَا النَّاسُ! مَا لَكُمْ تَحْزَبْتُمْ أَحْزَاباً
وَاتَّبَعْتُمْ كُلَّ ذِي رَأْيٍ رَأْيَهُ، وَتَرَكْتُمْ الطَّرِيقَةَ الَّتِي أَنْزَلَهَا
اللَّهُ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ رَحْمَةً بِالنَّاسِ وَلُطْفاً بِهِمْ
وَهَدًى لَهُمْ، فَانْتَصَبَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْكُمْ إِمَاماً وَدَعَا

النَّاسِ إِلَيْهِ وَزَعَمَ نَفْسَهُ هَادِياً مَهْدِياً وَهُوَ ضَالٌّ وَمُضِلٌّ
نَحْنُ لَا نَرْضَى بِهِؤُلَاءِ الَّذِينَ يَبَايِعُونَ النَّاسَ لِيُشْتَرُوا بِهِ
ثَمَنًا قَلِيلاً (۲۲)

میں مشائخ کی ان اولاد سے کہتا ہوں جو بغیر کسی استحقاق کے بہ
تکلف خود کو باپ دادا کے رنگ میں ظاہر کرتے ہیں، اے لوگو! تمہیں
کیا ہو گیا ہے کہ مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہو اور ہر ایک
اپنی رائے کی پیروی کر رہا ہے، اور تم نے اس طریقے کو چھوڑ دیا
ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے ذریعے مازل کیا ہے،
اور جو لوگوں کے لئے رحمت و کرم اور ہدایت ہے، تم میں سے ہر
کوئی مقتدا اور رہنما بن بیٹھا ہے اور لوگوں کو اپنی طرف بلا رہا ہے
اور خود کو ہادی و مہدی گمان کرتا ہے، جب کہ حال یہ ہے کہ وہ گمراہ
بھی ہے اور گمراہ گر بھی، ہم اُن سے ہرگز راضی نہیں ہو سکتے جو
لوگوں سے اس لئے بیعت لیتے ہیں کہ اس کے ذریعے تھوڑی سی
قیمت وصول کریں۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

وَأَقُولُ لِلْمُتَفَسِّقِينَ مِنَ الْوَعَاظِ وَالْعِبَادِ وَالْجَالِسِينَ فِي
الْخَانِقَاهَاتِ أَيُّهَا الْمُتَنَسِّكُونَ رَكِبْتُمْ كُلَّ صَعْبٍ وَذُلُولٍ،
وَأَخْلَلْتُمْ بِكُلِّ رَطْبٍ وَيَابَسٍ وَدَعَوْتُمْ النَّاسَ إِلَى
الْمَوْضُوعَاتِ وَالْأَبَاطِيلِ وَعَسَرْتُمْ عَلَى الْخَلْقِ وَإِنَّمَا
بِعَثْمِ مَيْسَرِينَ وَلَا مَعْسَرِينَ وَتَمَسَّكْتُمْ بِكَلَامِ الْمَغْلُوبِينَ
مِنَ الْعَشَاقِ، وَكَلَامِ الْعَشَاقِ يُطَوَّى وَلَا يُرَوَّى، وَ
اسْتَطَبْتُمْ الْوَسْوَاسَ وَسَمَّيْتُمُوهُ الْاِحْتِيَاظَ (۲۳)

اور میں فاسق واعظوں، عبادت گزاروں اور خائفوں کے مسند نشینوں سے کہتا ہوں: اے زاہدو! تم نے ہر آسان و دشوار اور خشک و تر کو اختیار کر لیا ہے، لوگوں کو موضوع روایات اور باطل خیالات کی طرف بلایا ہے اور مخلوق کو دشواریوں میں ڈالا ہے، جب کہ تم دشواریاں پیدا کرنے کے بجائے آسانیاں فراہم کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو، تم نے مجاہد خدا میں سے مغلوب الحال لوگوں کے کلام کو پکڑ لیا ہے جب کہ عاشقوں کی بات کو چھپایا جاتا ہے، پھیلا یا نہیں جاتا ہے، دوسرے تمہیں خوش آتے ہیں اور تم لوگ ان کا نام احتیاط رکھتے تھے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

”ہمارے زمانے کے بعض صوفیاء یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ نماز میں کمال خشوع و خضوع نہیں ہوتا، اس لئے نماز سے کوئی فائدہ نہیں ہے، ان لوگوں کی باتیں محض از قلم ”ظن“ ہیں اور ان کا نماز کو بے فائدہ سمجھنا اس لئے ہے کہ یہ لوگ ”حلاوتِ ذکر“^{۲۵} کی نسبت سے واقف نہیں ہیں۔“ (۲۴)

وصیت نامے میں فرماتے ہیں کہ:

وصیت دیگر آنست کہ دست در دست مشائخ ایں زمانہ ہرگز ناباید و بیعت بایشاں نباید کرد..... (۲۵)

دوسری وصیت یہ ہے کہ اس زمانے کے مشائخ کے ہاتھوں میں ہاتھ نہیں دینا چاہئے اور ہرگز ان کی بیعت نہیں کرنی چاہئے۔

یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ یہاں مشائخ سے مراد وہی ”جہال“ اور ”کرامت فروشاں“ وغیرہ ہیں، ورنہ خود شاہ صاحب نے اپنے معاصرین سے بیعت و

۲۵ ذکر کی مٹھاس

ارادت حاصل کی اور ہزاروں کو اس سے سرفراز کیا۔

حضرت شاہ صاحب تہوؤف میں مجتہدانہ شان رکھتے تھے، لہذا ان کی منصبی ذمہ داری تھی کہ اس فن شریف میں جو ذخیل^{۲۶} افکار اور اعمال ہیں ان کی نشاندہی فرمائیں اور ان کا یہ عمل اکابرین صوفیاء جیسے جیلانی رحمۃ اللہ علیہ و شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اور سرہندی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے عمل کا تسلسل ہی تھا، بلکہ انہی کے تتبع اور پیروی میں تھا۔ جس طرح شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی مصلحانہ کوشش کی پاداش میں ایک گروہ کی ناراضی و تنقید اور دوسرے گروہ کی تحریف و دسیسہ کاری محض کا سامنا کرنا پڑا اسی طرح کچھ شاہ صاحب کے ساتھ بھی پیش آیا، البتہ دونوں میں فرق یہ رہا کہ شعرانی کی کتابوں میں زیادہ تر تحریف ان کی زندگی میں ہی ہوئی جس کا انہوں نے ”لطائف الممنون“ وغیرہ میں ازالہ کر دیا، مگر شاہ صاحب کے ساتھ یہ معاملہ ان کے انتقال کے بعد ہوا اور معنوی تحریفات کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ علاوہ ازیں شعرانی کا سابقہ دینی معرفت رکھنے والوں اور زبان دانوں سے تھا، چنانچہ ان کی شخصیت سے غبار بہت جلدی ہٹ گیا اور لوگوں کی غلط فہمیاں بھی دور ہو گئی اور دسیسہ کاریوں کا بھی سد باب^{۲۷} ہو گیا، لیکن حضرت شاہ صاحب کا معاملہ دینی لحاظ سے نسبتاً کم آگاہ اور اُردو خواں^{۲۸} لوگوں سے پڑا، چنانچہ ان کی شخصیت پر آج بھی غلط فہمیوں کی دھند پڑی ہوئی ہے۔

یہ عجب طر فہ تماشا ہے کہ شاہ صاحب جیسے صوفی اور حامی تہوؤف کو تہوؤف مخالف کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے، اس طرح سے تو تمام اکابرین و متقدمین صوفیاء اور متاخرین میں سے تمام متفقین صوفیاء کو تہوؤف مخالف ثابت کیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس نے ”منتحلان تہوؤف“^{۲۹} اور ”مترسمین بالصوفیہ“^{۳۰}

۲۶ غلط ماہ سے داخل ہونے والے ۷۷ سازشوں و مکاریوں ۲۸ خاتمہ

۲۹ اردو پڑھنے والے ۵۰ تصوف کا رنگ ڈھنگ اختیار کرنے والے

۳۰ بہ تکلف خود کو صوفیہ کے رنگ میں ظاہر کرنے والے

کے خلاف قلمی و فکری اور قولی و عملی جہاد نہ کیا ہو، مگر یہ مٹھی بھر خاک سے روئے زمین کو ڈھانچے کی بات ہوگی، بلکہ اس طرح تو فقہاء حیل^{۵۲} و رخص^{۵۳} پر تنقید کی وجہ سے علماء شریعت کو فقہ مخالف، وضائین اور رویان ضعاف پر محمد شین کی تخریج و تنقید کے نام پر انہیں حدیث مخالف، فلسفیانہ افکار رکھنے والے متکلمین کی زمرہ و توابع پر علماء عقیدہ کو تو حید و کلام مخالف اور اسرائیلیات و ذاتی رائے کو تفسیر میں شامل کرنے والوں کی مخالفت کرنے والوں کو تفسیر مخالف ثابت کیا جاسکتا ہے۔

ایمان و دیانت کی بات تو یہ ہے کہ شاہ صاحب کے حوالے سے تصوف کو رد کرنے سے زیادہ علمی رویہ یہ ہوگا کہ تصوف کے حوالے سے شاہ صاحب کو رد کر دیا جائے، اس لئے کہ شاہ صاحب نہ تو شریعت کا مدار علیہ ہیں اور نہ ان پر نجات اخروی موقوف ہے، لیکن اس کے لئے تطہیر کی ایک لمبی اور دل شکن ریاضت درکار ہوگی۔

مطلق تصوف کی مخالفت میں شاہ صاحب کی کوئی ایک نص نہیں پیش کی جاسکتی اور نہ مستند صوفیاء کے خلاف ان کا کوئی قول پیش کیا جاسکتا ہے، جنہیں تصوف کے نام پر اکثر مطعون کیا جاتا ہے، حضرت شاہ صاحب کے ادب و احتیاط کا عالم تو یہ ہے کہ وہ ان مغلوب الحال صوفیاء کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہتے جن کے متوسلین پر سخت تنقیدیں فرماتے ہیں۔ لہذا تصوف کو نشانہ بنانے کے لئے شاہ صاحب کے کاندھوں کا استعمال سخت مازوا، اور اہمیت علمی کے قطعاً خلاف ہے، شاہ صاحب کی تنقیدی حدیں صرف اور صرف تصوف کے بعض فرعی مسائل اور بعض متاخر جاہل و بے عمل متصوفین تک محدود تھیں، ان کے یہ تنقیدی بلکہ تجویزی کارنامے ہمیشہ ارباب تصوف کے لئے مشعل راہ رہے ہیں گے، انہوں نے تصوف کے اس چشمے کی تنقیح و صفائی کا جو کام کیا ہے وہ تاریخ تصوف میں ہمیشہ سنہری حرفوں سے لکھا جائے گا، اہل تصوف کو چاہئے کہ شاہ صاحب کے اس عمل کو جاری و ساری رکھیں، بلکہ آج تصوف کی تہذیب اور صفائی کی ضرورت عہد

ولی اللہی سے کہیں زیادہ ہے، تاکہ اسے موجودہ ”درگاہیت“^{۵۴} کی یلغار اور نام نہاد صوفیاء کے شب خون^{۵۵} سے محفوظ رکھا جاسکے اور اس کے ثمرات و برکات کو بندگان خدا کے درمیان زیادہ سے زیادہ عام کیا جاسکے۔

اگر شاہ صاحب کی ان عبارتوں بلکہ کتابوں سے صرف نظر کر لیا جائے جن میں انہوں نے صراحت کے ساتھ تصوف کی تائید و حمایت کی ہے اور اگر ان کی زندگی کو بھی نظر انداز کر دیا جائے جو ابتداء تا انتہاء ایک صوفی کی زندگی سے عبارت ہے، اور صرف تصوف اور صوفیاء پر ان کی تنقیدوں کو ہی پیش نظر رکھا جائے تو بھی ایک متوسط نظر والا تصوف کے بارے میں ان کے فکر و موقف سے آگاہ ہو سکتا ہے، اس لئے کہ ان کی تنقیدیں ہر جگہ متعین ہیں، جیسے: کرامت فروشان، بعض متاخر صوفیاء، المتصوفہ الضالۃ فی زماننا، منتحلان تصوف، بعض مشائخ، گرمی بازار پیدا کرنے والے، ہمارے زمانے کے بعض صوفیاء، بعض بزرگوں، بعض صوفیاء نقشبند، ایک گروہ، جاہل اہل وجد، کچھ ایسے لوگ، بھال الصوفیاء، بعض مشائخ متاخرین، فرقہ آخری، فرقہ مابتہ..... وغیرہ وغیرہ۔ ان قیود کا واضح مفہوم مخالف یہی ہے کہ حقیقی تصوف اور اس کے عاملین ان تنقیدات کے دائرے سے باہر ہیں، اس ضمن میں حضرت شاہ صاحب نے ایک بڑی ہی دلنشین اور روح پرور تمثیل پیش کی ہے، فرماتے ہیں:

إِنَّ الزَّرَّاعَ يَزْرَعُ الْحُبُوبَ الْغَاذِيَةَ النَّافِعَةَ ثُمَّ يَسْقِيهِ الْمَاءَ
فَيَنْبِتُ مِنْ غَزَارَةِ الْمَاءِ وَ سَهْوَةِ الْأَرْضِ أَنْوَاعَ مِنَ الْكَلَالِ
وَالْعُشْبِ، لَا يَتِمُّ أَمْرُ الزَّرَّاعِ إِلَّا بِقَطْعِهَا وَ إِتْلَافِهَا (۲۶)
کسان کھیت میں نفع بخش غذائی دانوں کو بوتا ہے اور اسے پانی
سے سینچتا ہے، تو پانی کی کثرت اور مٹی کی نرمی کے سبب اس میں

طرح طرح کا گھاس پھوس اُگ آتا ہے، کسان کا مقصد انہیں کاٹنے اور مٹانے بغیر پورا نہیں ہو سکتا۔

اور شاہ صاحب نے یہی کام کیا ہے جو کام اپنی فصل کی اہمیت و ضرورت سے واقف اور اس سے محبت کرنے والا ہر باشعور اور سمجھ دار کسان کرتا ہے، مصلحتِ زراعت سے ناواقف اور دُور سے دیکھنے والا، حامیِ زراعت ہو یا مخالف، کچھ بھی سمجھ سکتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب نہ صرف ”تصوف“ بلکہ نظری و عملی تصوف کی تقریباً تمام اصطلاحات کو ماننے اور برتتے ہیں، ان جیسے بلند مرتبت عالم سے یہ بات کسی طرح پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ اصطلاح کی حیثیت محض عنوان اور علامتِ دلہ ۵۶ کی ہوتی ہے اور یہ مقصود حقیقی نہیں ہوتی ہیں، بلکہ کسی مقصود و معبود و مفہوم کے ابلاغ و ترسیل کا بھی ایک ذریعہ ہوتی ہیں، اسی لئے اہل علم کے درمیان یہ قول بے حد مشہور و مقبول ہے کہ ”لا مناقشة فی الاصطلاح“ (اصطلاح میں کوئی نقاش و اختلاف نہیں ہوتا) البتہ اصطلاح کا مفہوم و مصداق قابلِ بحث و مناقشہ بھی ہوتا ہے اور رد و قبول بھی، لیکن اس مفہوم و مصداق کی تعریف و بیان کا حق صرف اس کو وضع کرنے والوں یا اسے استعمال کرنے والوں کو ہوتا ہے، کسی کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ واضح کی منشا اور اہل اصطلاح کے استعمال کے خلاف اس پر کوئی مفہوم اپنی طرف سے تھوپ دے اور پھر اس کا رد و ابطال کرنے بیٹھ جائے، یہ بھی علمِ جہل و منطق کا ایک مسلم قاعدہ ہے، بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی لفظ دو مختلف علموں میں بطور اصطلاح داخل ہوتا ہے، لیکن ان میں سے ایک کے مفہوم کو دوسری جگہ استعمال نہیں کیا جا سکتا، جیسے منطقی قیاس اور فقہی قیاس یا نحوی مرفوع اور حدیثی مرفوع وغیرہ۔

رہا اصطلاح تصوف کا مفہوم تو وہ اہل تصوف کے نزدیک ”ایسا علم ہے جس کے ذریعے تزکیۂ نفس، صفائی اخلاق اور ظاہر و باطن کی تعمیر کے احوال کی معرفت ہے، تاکہ ابدی سعادت کا حصول ہو“۔ (۲۷)

۵۶ رہنمائی و نشانہ دہی کرنے والی

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۹۷ھ) فرماتے ہیں: ”تمام اچھے اخلاق کو اختیار کرنا اور برے اخلاق کو ترک کرنا تصوف ہے“۔ (۲۸)

ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۵۶ھ) کا ارشاد ہے:

التصوف تدريب النفس على العبودية و ردها للأحكام الربوبية (۲۹)

نفس کو عبادت کا خوگر بنانے اور اسے احکامِ الہی کی طرف پھیرنے کا نام تصوف ہے۔

بتائے اس مفہوم میں کیا ہے جسے رواقی ۵۷ اشراقی ۵۸ و دانقی یا نوافلاطونی کہا جائے، بلکہ یہی تولدِ دین ۵۹ اور روحِ عقیدہ ہے، حکومتِ الہیہ یا نظامِ مصطفیٰ کا قیام ہو یا اقامتِ دین، اسلام کے نظامِ عدل و اقتصاد کی تنفیذ ہو یا فہمِ قرآن و سنت کی دعوت سب اسی غایتِ عظمیٰ کے حصول کے وسائل ہیں۔

جس طرح علمِ کلام یا توحید، مرتبہ ایمان تک اور علمِ فقہ، مرتبہ اسلام تک پہنچانے والے علوم ہیں، اسی طرح تصوف، مرتبہ احسان تک پہنچانے والا علم ہے، یہ تینوں مراتب حدیثِ جبریل میں مذکور ہیں اور ان مراتب تک پہنچانے والے ان تینوں علوم کا مصدر ۶۰ کتاب و سنت ہے، آج تک کسی نے یہ نہیں کہا کہ توحید یا فقہ اپنے اصطلاحی معنوں میں کتاب و سنت میں وارد نہیں ہوئے، یا ان اصطلاح کے بجائے ایمان اور اسلام کا استعمال ہونا چاہئے۔ علاوہ ازیں قرونِ اولیٰ کے بعد ایجاد ہونے والی ہزاروں اصطلاحات جن میں سے اکثر ”تصوف“ سے متاثر ہیں، ان کے خلاف کسی نے کوئی مہم جوئی نہیں کی، بلکہ ہر کوئی انہیں انشراحِ صدر کے ساتھ استعمال کرتا ہے اور جب ہماری

۵۷ فلسفیوں کا ایک گروہ جو تقدیر کا قائل ہے، یہ مشائی کے مقابل ہے۔

۵۸ حکماءِ قدیم یونان کا وہ گروہ جو ریاضت و تزکیۂ نفس و روشن ضمیری کے باعث دور ہی سے شاگردوں کو تعلیم دینے میں مصروف ہیں، ایک دوسرے کے پاس جانے کی حاجت نہیں رکھتے۔

۵۹ دین کا مغز ۶۰ اصل

کوئی بھی تحریر و گفتگو بیسویں صدی کی اصطلاحات سے خالی نہیں رہتی تو اس قدیم اصطلاح پر اعتراض کا جواز کیونکر پیدا کیا جاسکتا ہے؟

تصوف کی یہ اصطلاح خیر القرون کے آخری مرحلے میں رواج پا گئی تھی، اور پہلی صدی کے اواخر میں خوب شائع و ذائع تھی، اس کی دلیل حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰ھ) کا یہ قول ہے کہ: ”رأيت صوفيا في الطواف فاعطيتُه شيئاً فلم يأخذه وقال معي أربعة دوانيق يكفيني ما معي“ (۳۰) (میں نے دوران طواف ایک صوفی کو دیکھا تو اسے کچھ دینا چاہا لیکن اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے پاس چار دوانیق ہیں اور جب تک یہ میرے پاس ہیں میرے لئے کافی ہیں) اور حضرت سفیان ثوری کا یہ اعتراف کہ: ”لو لا أبو هاشم الصوفي ما عرفت دقيق الرباء“ (۳۱) (اگر صوفی ابو ہاشم نہ ہوتے تو میں ریا کی باریکیوں کو نہ سمجھ پاتا) بلکہ مولانا عبد الماجد دریا بادی نے امام طوسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۷۸ھ) کے حوالے سے لکھا ہے کہ ”اخبار مکہ“ کے مطابق لفظ صوفی اسلام سے پہلے بھی عابد و زاہد کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ (۳۲) یہ اسلام کے بالکل خلاف واقعہ ترجمانی ہے کہ علمی اصطلاح وضع کرنے پر اس نے کوئی پابندی لگائی ہے۔ یہ ان متقدمین علماء حدیث و تفسیر و فقہ و توحید پر تہمت بھی ہے جنہوں نے ہزاروں اصطلاحیں بنائیں۔ (اللہ ان سب کو جزائے خیر دے) اور اس ضمن میں ”زاعنا“ جیسے غیر اصطلاحی لفظ کے استعمال پر قرآن کریم کی وقتی و عارضی پابندی کو کجیت بنانا بھی قیاس مع الفارق یا سفسطہ^۱ ہے۔

ان سب کے باوجود یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تصوف ایک خالص ذوقی و معنوی علم اور قلبی و باطنی اعمال کا نام ہے، اس میں الفاظ و ظواہر کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے، آپ اسے تصوف نہ کہتے، روحانی اسلام کہتے، ترکیہ کہتے، احسان کہتے،

۱۔ قیاس کی وہ قسم جو وہمی و خیالی مقدمات سے ترکیب پاتی ہے، جس کی غرض مقابل مخالف کو صامت و ساکت اور عزم قرار دے دینا ہوتا ہے۔

اسلام کا باطنی رخ یا اس کا نظریہ اخلاق اور تہذیب نفس کہتے، کوئی اصطلاح استعمال کیجئے، بہ شرطیکہ وہ تصوف کی حقیقت و روح کے منافی نہ ہو، تصوف کو کسی اصطلاح پر اصرار ہے اور نہ کسی مناسب اصطلاح پر کوئی اعتراض ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے اپنی تنقید تصوف میں کہیں بھی اس اصطلاح سے کوئی تعرض نہیں کیا ہے اور نہ انہیں اس سے کوئی اختلاف تھا، انہوں نے اپنی تحریروں میں ہزاروں بار اس اصطلاح کا استعمال کیا ہے، البتہ کہیں کہیں اس کی جگہ لفظ ”احسان“ کا استعمال کیا ہے اور وہ بھی زیادہ تر عربی کتابوں میں، اس کا سبب صرف ان کا عربی ذوق ہے، اسے کوئی اور معنی دینا صحیح نہیں ہے، اس استعمال میں شاہ صاحب کی کوئی تخصیص یا انہیں اولیت حاصل نہیں ہے، بلکہ تصوف کی قدیم و جدید عربی کتابوں میں اس کا کثرت سے استعمال ہوا ہے۔

لہذا یہ کہنا کہ شاہ صاحب کو کُلّی یا جزئی طور پر اس اصطلاح سے کوئی اختلاف تھا، یا انہوں نے تصوف سے زیادہ احسان کی اصطلاح استعمال کی ہے، اور یا پھر ان کی صوفیانہ فکر کی تعبیر اور اس کے بیان میں قصداً اور خواہ مخواہ صرف لفظ احسان کا استعمال کرنا، صحیح ترجمانی نہیں، بلکہ ایک طرف سے معنوی تحریف ہے۔

جہاں تک تصوف، احسان اور ترکیہ سے متعلق شاہ صاحب کی فکر کا سوال ہے تو اسے خواہ کسی رنگ و آہنگ میں پیش کیا جائے اور اس کے لئے خواہ کیسے ہی الفاظ و مصطلحات کا استعمال کیا جائے، وہ اہل تصوف کی عمومی فکر سے باہر کی کوئی چیز نہیں ہے، ان کی فکر تصوف کے تمام عناصر صوفیا کی کتابوں میں موجود، بلکہ انہی سے ماخوذ ہیں، البتہ شاہ صاحب کی فکر تصوف میں بعض ایسے عناصر ضرور موجود ہیں جنہیں اگر متقدمین اور متفہمین ائمہ تصوف کی بارگاہ میں پیش کیا جائے تو شاید مشکل ہی سے انہیں قبول و استحسان حاصل ہو۔

شاہ صاحب نے اپنی تنقیدات میں اشارۃً و کنایۃً بھی تہوؤف کو غیر اسلامی نہیں قرار دیا ہے بلکہ وہ اسے روح اسلام سمجھتے تھے اور اس سلسلے میں ان کی تحریروں سے سینکڑوں نصوص و اشارات پیش کئے جاسکتے ہیں، لہذا پورے تہوؤف کو اجنبی و ذلیل ماننے والوں کے لئے ہرگز مناسب نہیں ہے کہ وہ شاہ صاحب کو اس کا ذریعہ بنائیں۔

”تہوؤف کی اصل غیر اسلامی ہے“، یہ تہوؤف پر ایک قدیم الزام ہے لیکن جتنا قدیم یہ الزام ہے اتنا ہی قدیم اس ”غیر اسلامی اصل“ کی تعیین میں الزام لگانے والوں کا باہمی اختلاف و اضطراب بھی ہے، ایک گروہ اسے دیدوں کی تعلیم سے ماخوذ مانتا ہے اس کی قیادت ہارٹن (Horton)، بلوشیٹ (Blochet) اور ماسینون (Massignon) وغیرہ کرتے ہیں، تو دوسرا اسے بودھ دھرم سے مستعار سمجھتا ہے، اس کی سربراہی کولڈ زیہر (Goldzeher) اور اولیری (O'Leary) وغیرہ کرتے ہیں، تیسرا عیسائی رہبانیت کو تہوؤف کا منبع و مصدر قرار دیتا ہے، ابتداء میں نکلسن کی یہی رائے تھی، لیکن بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا اور Religion and Encyclopaedia of Ethic میں یہ اعتراف کیا ہے کہ تہوؤف کے بارے میں اب تک کے سارے قیاس غلط تھے اور اس کا ماخذ صرف اور صرف کتاب و سنت ہے، کچھ اسے ایرانی مانویت کا چرہ بتاتے ہیں اور بعض حضرات تو تمام علمی و اخلاقی حدیں توڑتے ہوئے اس کی اصل ایسے فکری و فلسفیانہ مکاتب فکر کو قرار دیتے ہیں جو تہوؤف کے بعد کی پیداوار ہیں، حقیقت یہ ہے کہ بھانت بھانت کی بولیاں ہی اس الزام کے بے حقیقت ہونے کی دلیل ہیں۔

آخر میں ایک اہم سوال ہے کہ جب حضرت شاہ صاحب کا ایک نظری و عملی صوفی ہونا آفتاب نیم روز کی طرح واضح و روشن ہے اور ان کی معقید تہوؤف کی حدیں بھی متعین ہیں جو صرف بعض فردی مسائل اور جاہل صوفیا تک محدود ہیں، تو آخر کیا وجہ ہے کہ گزشتہ

ایک سو برس یا کچھ کم و بیش سے شاہ صاحب کو تہوؤف کے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے؟ ایں و اں قدر ہر کوئی شاہ صاحب ہی کے حوالے سے تہوؤف کی مخالفت کرنا نظر آتا ہے، ایسا بھی نہیں ہے کہ شاہ صاحب تہوؤف کی چودہ سو سالہ تاریخ کے سب سے محتاط صوفی ہوں، بلکہ ان سے کہیں زیادہ محتاط اور ظاہر شریعت پر عمل کرنے والے بھی ناوک طعن^{۲۲} و تنقید سے محفوظ نہیں ہیں، تو پھر شاہ صاحب میں ایسی کیا خصوصیت ہے، یا پھر معارضین تہوؤف کی ایسی کون سی مجبوری ہے کہ ان کے بغیر بات نہیں بنتی ہے، اور تہوؤف مخالف کوئی بھی تحریر یا گفتگو ان کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوتی؟ کیا یہ اس لئے کہ اسلامیان ہند میں شاہ صاحب سے پہلے ان کے قد و قامت کی کوئی ایسی شخصیت نہیں ملتی جسے اس کام کے لئے استعمال کیا جائے؟ یا ان کے بعد کی کوئی شخصیت خود معارضین کی اپنی نگاہوں میں بھی لائق اعتنا^{۲۳} اور قابل شمار نہیں؟ جب کہ ان کے بعد تہوؤف مخالف شخصیات کی ایک طویل فہرست ہے، یا اس کا سبب فکر ولی اللہی کی وہ آدھی ادھوری، محرف^{۲۴} اور غیر واقعی صورت گری ہے جو ماضی میں کی گئی ہے اور جس نے اس علمی تضاد اور فکری تقاض کو جنم دیا ہے؟ یا..... کوئی اور سبب ہے؟ اس سوال کا جواب ایک ہم اور ضروری علمی تقاضا ہے ”فہل من عجیب؟“۔ (۳۳)

حواشی و مراجع

- ۱۔ شاہ صاحب کے ان افکار و معمولات کے لئے خود ان کی تصنیفات ملاحظہ فرمائیں جیسے: القول الجلیل (مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکادمی، لاہور)، الطاف القدس (مطبع احمدی، دہلی، ۱۳۰۷ھ)، فیوض الحرمین (مطبع احمدی، دہلی، ۱۳۰۸ھ)، انفاس العارفین (مطبع مجتہائی، دہلی، ۱۳۲۵ھ)، ہمعات (مکتبہ رحمانیہ، دیوبند، ۱۳۶۹ھ)، الانبیا فی سلاسل اولیاء اللہ و اُسانید وارثی رسول اللہ (مطبع احمدی، دہلی، ۱۳۱۱ھ)، اُطیب النعم فی مدح سید العرب و انجم (مطبع ضیاء القرآن، لاہور، ۱۹۸۵ء)، الخیر

الکبیر، مترجمہ: شیخ محمد عاشق پھلتی (مدینہ برقی پریس، جون پور ۱۳۵۲ھ)، لمحات (حیدر آباد، غیر مورخ)، التفہیمات الالہیہ (مجلس علمی، ڈھائی ۱۳۵۵ھ) القول الجلی فی ذکر آکا راولی وغیرہ۔

مزید دیکھئے: پروفیسر محمد یونس مظہر صدیقی، الامام الشاہ ولی اللہ دہلوی، عرض موجز لہجیات و فکرہ، ادارہ علوم اسلامیہ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ۲۰۰۱ء، ص ۶۹-۷۶۔

رسائل شاہ ولی اللہ، جلد اول، تحقیق و ترجمہ: سید محمد فاروق قادری، تصوف فاؤنڈیشن، لاہور ۱۹۹۹ء، ص ۲۲۵-۲۲۶۔

۳۔ تفہیمات، مطبوعہ ڈھائی، ج ۲ ص ۱۵۰۔

۴۔ نفس مرجع، ج ۲ ص ۱۵۱۔

۵۔ تصوف کی کتابیں کتاب و سنت سے تمسک (یعنی دلیل و حجت پکڑنا) اور شریعت کی اتباع و تعظیم کی اہمیت و ضرورت کے موضوع سے بھری ہوئی ہیں، تصوف پر اس جہت سے

طعن و تشنیع بڑی نامناسب بات ہے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”علمنا ہذا مشتبک بالکتاب و السنۃ“ (ہمارا یہ علم تصوف حدیث رسول ﷺ سے

گندھا ہوا ہے)۔ دیکھئے: ابو نصر سراج طوسی، کتاب اللمع، دار الکتب الحدیثیہ، مصر ۱۹۶۰ء، ص ۱۴۴۔ حضرت بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رفقاء کے ساتھ کسی شخص کی بزرگی

کو سن کر اس سے ملنے گئے تو دیکھا کہ وہ شخص قبلہ کی طرف تھوک رہا ہے، آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ”أولوہ جلیس“ ”ہذا الرجل لیس بمؤمن علی أدب من

آداب رسول اللہ ﷺ فکیف یكون مؤمناً علی ما یدعیہ من مقامات الأولیاء“ (یہ شخص جب رسول اللہ ﷺ کے آداب میں سے ایک ادب کی پاسداری

نہیں کر سکا تو اولیاء کے ان مقامات کی پاسداری کیا کرے گا جن کا یہ مدعی ہے)۔ کتاب اللمع، مرجع سابق، ص ۱۴۶۔ ابو حفص نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۷۰ فرماتے

ہیں: ”من لم یزن أفعاله و أقواله فی کل وقت بالکتاب و السنۃ و لم یتہم خواطرہ فلا یعد فی دیوان الرجال“ (جو ہمہ وقت اپنے اعمال و اقوال کو کتاب و

سنت پر نہیں تولتا اور اپنے ذاتی خیال کو رو نہیں کرتا اس کا شمار صوفیاء میں نہیں ہوتا) ان

شواہد کے لئے دفاتر کی ضرورت ہوگی، اور یہ ایسی حقیقت ہے اس عہد زوال میں کوئی کچھ بھی کہے لیکن اس کا اعتراف خود شیخ ابن تیمیہ اور شیخ ابن قیم نے کیا ہے، اول الذکر اپنی کتاب ”الفرقان بین أولیاء الرحمن و أولیاء الشیطان“ میں فضیل بن عیاض،

ابراہیم بن ادہم، معروف کرخی اور جنید بغدادی رحمہم اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ”یہ کتاب و سنت کے مشائخ ہیں، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین“ اور ابن قیم صوفیاء کا

اجماع نقل کرتے ہیں کہ: ”تصوف کتاب و سنت سے الگ چیز نہیں ہے“۔ دیکھئے: محمد منظور نعمانی (مرتب) تصوف کیا ہے؟، مقالہ: محمد اولیس نگرانی ”تصوف اور شیخین“

کتب خانہ الفرقان، لکھنؤ، ۱۹۸۱ء، ص ۹۱۔

۶۔ تفہیمات، مطبوعہ ڈھائی، ج ۲ ص ۲۵۔

۷۔ امام اہل تصوف شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”إن ابلیس نفسه و هو ملهم الخبائث لا یجرو تلك القول الملعونة التي ارتکب أربابها أمرا إذا

تکاد السماوات یفطرون منه و تخر الجبال هذا“ (برائیوں کا ملہم ہونے کے باوجود خود ابلیس بھی اس ملعون قول کی جرأت نہیں کرے گا جس کا ارتکاب اتحاد و حلول

کا عقیدہ رکھنے والوں نے کیا ہے، قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ پڑیں اور پہاڑ ڈھ کر گر جائیں)۔ دیکھئے: طہ عبدالباقی، التصوف الاسلامی والامام الشعرانی، مکتبۃ

المبہتہ، قاہرہ، ۱۹۵۵ء، طبع دوم، ص ۹۲۔

عارف باللہ ”علی خواص“ فرماتے ہیں: ”هؤلاء الزنادقة و هم أنجس الطوائف لأنهم لا یرون حساباً و لا عقاباً، و لا جنۃ و لا ناراً، و لا حراماً و لا

حلالاً، و لا آخرۃ.....“ (اتحاد و حلول کا عقیدہ رکھنے والے زنادقہ ہیں، اور یہ سب سے ناپاک گروہ ہے، کیونکہ ان کی نگاہوں میں حساب و عذاب، جنت و دوزخ، حلال

حرام اور آخرت..... سب بے حقیقت ہیں)، دیکھئے: نفس مرجع، نفس صفحہ۔ شیخ علی ہجویری نے کشف المحجوب میں ایک مستقل فصل قائم کی ہے، جس کا نام ہے ”حلولیۃ

لعنہم اللہ“ اس میں حلول و اتحاد کا عقیدہ رکھنے والوں کی زبردست مذمت و کفر کی ہے، دیکھئے: اردو ترجمہ فضل الدین گوہر، ناز پبلشنگ ہاؤس، دہلی، غیر مورخ،

ص ۳۶۰۔ اور خود شیخ اکبر نے حلول و اتحاد کا رد کیا ہے، اپنی کتاب ”عقیدہ وسطیٰ“ میں فرماتے ہیں کہ: ”لا حلول ولا اتحاد..... وما قال بالاتحاد إلا أهل الإلحاد كما إن القائل بالحلول من أهل الجہل والفضول“ (کہاں کا حلول اور کیسا اتحاد..... اتحاد کی بات کرنے والا طغ اور حلول کا قول اختیار کرنے والا صاحب جہل و فضول ہے)۔ دیکھئے: تصوف الاسلامی، مرجع سابق، ص ۹۱

- ۸۔ تہذیبات، مطبوعہ ڈھانپیل، ج ۱ ص ۲۰۶
- ۹۔ التہذیبات الالہیہ، مخطوطہ حبیب سنج کلکشن، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ص ۶۹۲
- ۱۰۔ الطاف القدس، ترجمہ: سید محمد فاروق قادری، تصوف فاؤنڈیشن، لاہور ۱۹۹۸ء، لطائف خمسہ کی تہذیب کا بیان، ص ۴۹
- ۱۱۔ الطاف القدس، مرجع سابق، ص ۵۹
- ۱۲۔ القول الجلیل فی بیان سوا السبیل، شاہ ولی اللہ اکادمی، لاہور، ص ۶۲
- ۱۳۔ نفس مرجع، ص ۵۱، ۵۲
- ۱۴۔ ہمعات، اردو ترجمہ، سندھ ساگر اکیڈمی، لاہور ۱۹۹۹ء، ص ۶۰
- ۱۵۔ نفس مرجع، ص ۶۷
- ۱۶۔ نفس مرجع، ص ۸۵
- ۱۷۔ تہذیبات (مخطوطہ)، ص ۶۶۱
- ۱۸۔ القول الجلیل، مرجع سابق، ص ۱۰۷۔ شاہ صاحب کی یہ عبارت بے حد جامع اور ان کے فکر و مسلک کی پوری نمائندگی کرنے والی ہے، اس کی روشنی میں ان کے مطلوب مسلمان کی مکمل تصویر ابھر کر سامنے آ جاتی ہے، جو محققین فقہاء کے پیروکار ایک صوفی کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔
- ۱۹۔ تہذیبات، مخطوطہ آزاد لائبریری، عبید اللہ سندھی، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، سندھ ساگر اکیڈمی، لاہور ۱۹۴۲ء، ص ۲۱۰۔ اس عبارت کا آخری فقرہ ”أما الجہال من الصوفیة و الجاحدون للتصوف“ تمام مطبوعہ نسخوں میں محرف ہے اور ان سب

میں شاہ صاحب کے مقصود کا سراسر خلاف ”المجاهدون للتصوف“ ہے، البتہ عبید اللہ سندھی صاحب کی مذکورہ بالا کتاب میں عبارت کا جو ترجمہ دیا ہے وہ اصل کے مطابق اس طرح ہے ”اور باقی رہے جاہل صوفیہ اور جاہل علماء جو تصوف کا انکار کرتے ہیں تو یہ دونوں چور اور رہزن ہیں“۔ مقالہ کی ترتیب کے دوران سندھی صاحب کا ایک مضمون مطبوعہ رسالہ فرقان (بار دوم، بریلی، ۱۳۶۰ھ) دستیاب ہوا جس میں عربی متن بھی شامل ہے اور اس میں ”المجاهدون للتصوف“ ہی مذکور ہے۔

- ۲۰۔ تہذیبات، ڈھانپیل، ج ۱ ص ۱۱۳-۱۱۵
- ۲۱۔ نفس مرجع، ج ۱ ص ۲۰۵
- ۲۲۔ تہذیبات، (ڈھانپیل)، ج ۱ ص ۲۱۴
- ۲۳۔ نفس مرجع، ج ۱ ص ۲۱۵
- ۲۴۔ ہمعات، مرجع سابق، ص ۹۹-۱۰۰
- ۲۵۔ تہذیبات، اکادمیہ الشاہ ولی اللہ، حیدرآباد (سندھ)، ص ۲۸۹
- ۲۶۔ تہذیبات (ڈھانپیل)، ج ۱ ص ۲۰۵
- ۲۷۔ دیکھئے: قاضی زکریا انصاری (متوفی ۹۲۹ھ)، شرح الرسالة القصیرۃ، مصطفیٰ البابی حلبی ہمر، ص ۷
- ۲۸۔ دیکھئے: مصطفیٰ مدنی، النصرۃ الدیویۃ، مطبعہ عامریۃ، ہمر، ۱۳۱۶ھ، ص ۲۲
- ۲۹۔ دیکھئے: حامد صقر، نور التحقیق، مطبعہ دارالتالیف، ہمر ۱۳۶۹ھ، ص ۹۳
- ۳۰۔ دیکھئے: ابو نصر سراج طوسی، کتاب اللمع، مرجع سابق، ص ۴۲
- ۳۱۔ دیکھئے: عبدالرحمان جامی، نجات الانس، تحقیق: مہدی تو حیدی، چاپخانہ زہراء، ایران ۱۳۳۶ھ، (۱۳۷۶ھ)، ص ۳۱
- ۳۲۔ عبدالماجد دریا آبادی، تصوف اسلام، مطبعہ معارف اعظم گڑھ، طبع سوم، ص ۳۱۔ و کتاب اللمع، مرجع سابق، ص ۴۲-۴۳
- ۳۳۔ عربی جملہ کا مقصد دعوت جواب نہیں صرف دعوت فکر ہے اور یہ محض ایک سخن گسترانہ (اضافہ کرنے والا) فقرہ ہے۔